کتاب نما

آزادی فکر و نظر اور اسلام، سلطان احمد اصلاحی۔ ناشر: ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، علی گڑھ۔ تقسیم کار: مکتبہ اسلامی پبلشرز، دعوت نگر، نئی دہلی۔ صفحات: ۱۴۸۔ قیمت: ۴۰ روپے۔

خرد افروزی، احترام انسانیت، حقوق نسواں وغیرہ ایسے موضوعات ہیں، جن پر سیکولر قوتوں نے اس طرح اجارہ داری قائم رکھنے اور مخالفین کے خلاف جارحانہ پراپیگنڈا کرنے کا وطیرہ اپنا رکھا ہے کہ عام طور پر دردمند مسلمانوں کے ہاں گاہے خجالت اور بعض اوقات مداہنت کے رویے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اس کمزوری کا سبب علوم اسلامیہ کے بنیادی سرچشموں تک نارسائی اور خزانہ ایمان و عمل سے تہی دامنی ہے۔ اسی لیے حریت فکر کے حوالے سے جب اسلام کی بات ہوتی ہے تو ہمارا دانش ور طبقہ دفاعی پوزیشن اختیار کرتا نظر آتا ہے، حالانکہ قرآن و سنت، انسان کو حریت فکر پر ابھارتے ہیں۔ البتہ خالق کائنات نے اولاد آدم کے لیے چند حدود کا تعین فرما دیا ہے۔ ان حدود کے ساتھ وہ بقیہ تمام امور میں اسے پوری آزادی عطا کرتا ہے۔

سلطان احمد اصلاحی تحقیق و جستجو کے لیے ایسے مشکل موضوعات پر طبع آزمائی کرنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ان کی اسی جرأت اظہار کی ایک تصویر زیر تبصرہ کتاب ہے۔

مصنف نے صاف لفظوں میں بتایا ہے کہ: "جہاں تک بے قید اور بے لگام آزادی فکر و نظر کا سوال ہے تو اسے اسلام خود اپنے ماننے والوں کو دینے کا قائل نہیں" (ص ۱۲۰)۔ جس طرح کہ "قرارداد مقاصد" اہل پاکستان کو اللہ تعالیٰ کی نیابت میں کاروبارہ ریاست چلانے کی پابند بناتی ہے، یا پھر خود مغرب، ہر فرد کو پوری آزادی دینے کے باوجود اس بات کی آزادی نہیں دیتا کہ وہ کسی دوسرے فرد کو قتل کرے، اپنے ملک سے غداری کرے یا ریاست کا ٹیکس چوری کرے۔ گویا ہر معاشرہ اور ہر نظم مادر پدر آزاد نہیں، مگر جب اخلاقی حدود کے حوالے سے اسلام کوئی قدغن لگاتا ہے تو فوراً کہہ دیا جاتا ہے کہ: "اسلام میں حریت فکر و نظر نہیں"۔ یہ دانستہ شرانگیزی ہے۔

کتاب اپنے موضوع پر مفید ہے، لیکن اس کے ساتھ یہ کتاب اپنے موضوع پر مزید تحقیق و تالیف کے لیے اسلامی دانش وروں کو دعوت کلام بھی دیتی ہے (**سلیم منصور خالد**)۔

مولانا محمد علیؒ - ایک مطالعہ، عبداللطیف اعظمی۔ ناشر: ایچ-دائی پرنٹرز، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، پوسٹ بکس ۸۶۳، لاہور۔ صفحات: ۱۷۴۔ قیمت: ۹۰ روپے۔

زیر نظر کتاب مولانا محمد علی جوہر کی عظیم شخصیت اور ان کی گراں بہا خدمات پر معروف اور غیر معروف اہل قلم کے مضامین اور تاثرات کا مجموعہ ہے جن میں سے اکثر نصف صدی قبل تحریر کیے گئے تھے۔ مولف نے تلاش و جستجو کے بعد اور بعض غلطیوں کی درستی اور اپنے چند مضامین کے اضافے کے ساتھ انھیں مرتب کر دیا ہے۔ نیز حواشی اور حوالے فراہم کر کے اس کی افادیت کہیں زیادہ بڑھا دی ہے۔

برعظیم کی جدوجہد آزادی نیز عالم اسلام کے لیے، مولانا محمد علی جوہر نے جو عظیم الشان خدمات انجام دیں اور جس عزیمت کا مظاہرہ کیا وہ ہماری تاریخ کا روشن باب ہے۔ یہ کتاب مولانا کی شخصیت اور ان کی جدوجہد پر روشنی ڈالتی ہے۔

مولانا محمد علی کی ہمہ گیر شخصیت، ان کی غیر معمولی ذہنی اور دماغی رفعت، انسانی ہمدردی، وسعت قلب و نظر، دوسروں کا احترام، ضرورت مندوں کی حاجت روائی، دوستوں اور رفیقوں کے ساتھ وفاشعاری، سخاوت اور سیرچشمی کی آئینہ دار ہے۔ اس کے علاوہ ان کا سب سے بڑا وصف ان کا خلوص تھا جس میں وہ اپنے ہم عصروں میں نمایاں اور ممتاز تھے۔ ان کا ظاہر و باطن یکساں تھا۔ مصلحت بینی سے وہ کوسوں دور تھے۔ ان کی جرأت اور بے باکی کا تو سارا زمانہ ہی معترف تھا۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ جنگ آزادی کی پوری تاریخ میں ان جیسے جری اور بے خوف لیڈر بہت کم ہوں گے۔ یوں تو مجاہدین آزادی کی صفوں میں بہت کم ایسے رہنما تھے جو وقت آنے پر اپنی پارٹی، اپنی قوم، یہاں تک کہ دوست احباب اور عزیز و اقارب کو بھی انصاف کے معاملے میں کھری کھری سنانے کی ہمت رکھتے ہوں۔ یہ نمایاں جرأت اگر کسی میں سب سے زیادہ تھی تو وہ محمد علی جوہر تھے۔ ان کے یہ اشعار ان کے عقیدے، یقین اور جذبات کی عکاسی کرتے ہیں:

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دوعالم سے خفا میرے لیے ہے
کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے

صحافت کے متعلق ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ بغیر کسی عقیدے کے اخبار نویسی محض دکان داری ہے۔ اخبار کا کام رائے عامہ کی رہنمائی کرنا ہے نہ کہ اس کی تقلید۔ وہ اس طریقے کو معیوب سمجھتے تھے کہ اخبار کی کامیابی اور اخبار کو ہردلعزیز بنانے کے لیے پڑھنے والوں کے خیالات کی تائید کی جائے۔ اس اصول کی خاطر انھوں نے ہمدرد کی عام مقبولیت کو نقصان پہنچانا گوارا کیا لیکن اپنے عقائد کی انفرادیت کو متاثر کر کے

ثقافت کے نام پر نئے دور کے کتنے ہی نغمے الاپ لیے جائیں، قرآن کے زندگی بخش پیغام کی ضرورت ہر حال میں باقی رہے گی، چاہے اکیسویں صدی ہو یا بعد میں آنے والی کوئی بھی صدی۔ ان کا خیال ہے کہ اسلام اور قرآن کی تعلیمات کو قدیم اور فرسودہ کہنے والے یا تعصب کا شکار ہیں یا غفلت کا، اسلام کبھی بھی زمانے کے اتار چڑھاؤ اور تہذیب کے عروج و زوال سے قدیم نہیں ہو سکتا جس طرح پانی اور ہوا قدیم نہیں ہو سکتے۔

مصنف نے مختلف اشکالات اور مسائل کا حل قرآن کی روشنی میں تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ ایک مستحسن کام ہے۔ مصنف نے بتایا ہے کہ جہاں جہاں جنسی آزادی، منشیات، مادہ پرستی اور دنیاوی نعمتیں عروج پر ہیں وہاں نفسیاتی عوارض بھی بے انتہا ہیں۔ ان کا علاج قرآن حکیم کی بتائی ہوئی راہ ہدایت کو اختیار کرنے ہی سے ممکن ہے۔

مصنف کا یہ طویل اور محنت طلب کام، ان کی عمر عزیز کے بڑے حصے کا ماحصل ہے اور انھوں نے یہ کام اجر آخرت کی نیت سے کیا ہے۔ یہ توجہ دلانا ضروری ہے کہ کتاب کے مباحث میں فرامین رسولؐ کی بے انتہا کمی محسوس ہوتی ہے۔ قرآن کے ساتھ ساتھ احادیث رسولؐ اور صحابہ کرامؓ کا طرز عمل بھی قرآن کی آفاقی تعلیمات کو سمجھنے کے اہم ستون ہیں۔ ہدایت اور رہنمائی کے ان دو مددگار مصادر سے بے نیاز رہنا مناسب نہیں ہے۔ حدیث رسولؐ کی دائمی اور قانونی حیثیت سے ہر مسلم آگاہ ہے۔ دوسری توجہ طلب بات یہ ہے کہ اگرچہ اس کتاب میں چار درجن سے زیادہ موضوعات پر قلم اٹھایا گیا ہے، تاہم قرآن اور سائنس، قرآن اور تہذیب اور قرآن اور دور ابلاغ جیسے موضوعات پر بھی کچھ لکھنے کی ضرورت تھی۔ طباعت و اشاعت کا معیار عمدہ ہے (محمد ایوب منیر)۔

شعلہ گفتار، محمد منیر افضل۔ ناشر: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۳- ای شاہ عالم مارکیٹ، لاہور / ۱۰- چیٹرجی روڈ، لاہور۔ صفحات: ۱۴۳، مجلد۔ قیمت: ۱۰۰ روپے۔

اس کتاب میں اسلام، پاکستان، جہاد کشمیر، نوجوان نسل اور دور جدید کے حوالے سے ۱۳ تقاریر شامل ہیں۔ انسانوں کا باہمی رابطہ گفتگو اور کلام کے ذریعے ہی ہوتا ہے لیکن خطابت، تقریر اور فصاحت کے ذریعے ذہنوں پر غیر معمولی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ رسول گرامیؐ کا بھی ارشاد ہے کہ میں عربوں میں سب سے فصیح انسان ہوں۔ امت مسلمہ حق بات کہنے اور برائی سے روکنے والے گروہ کا نام ہے۔ بڑی بڑی مجلسوں سے خطاب اور ذہنی تربیت کا کام عرصۂ دراز سے علما کا رہا ہے۔ نامور جرنیلوں اور سپہ سالاروں نے بھی اپنی تقاریر کے ذریعے پورے کے پورے مجمع کو میدان جہاد و قتال میں کود پڑنے کے لیے تیار کیا اور جنگوں کے پانسے پلٹ دیے۔ عرب و عجم کے بعد برعظیم میں بھی نامور مقررین، خطبا اور شہباز ہائے خطابت

قومی اُفق پر چمکے۔ ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، بہادر یار جنگ، علامہ عطا اللہ شاہ بخاری اور شورش کاشمیری کے نام اس سلسلے میں نمایاں ہیں۔

محمد منیر افضل طالب علمی کے زمانے سے تقریریں کرتے چلے آ رہے ہیں۔ پنجاب یونی ورسٹی میں طالب علم راہنما کے طور پر خاصی شہرت رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنی چند اہم تقاریر کو مرتب کر دیا ہے۔

کتاب میں بعض مشاہیر علامہ عنایت اللہ مشرقی، پیر کرم شاہ الازہری، مولانا ظفر علی خان، مولانا ابوالکلام آزاد، عطا اللہ شاہ بخاری، طارق بن زیاد، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، نواب بہادر یار جنگ، مولانا محمد علی جوہر، سردار عبدالرب نشتر اور سید ابوالاعلیٰ مودودی کی اہم ترین تقاریر کے اقتباسات شامل کیے گئے ہیں۔ اگرچہ ان اقتباسات کا اپنا ایک حسن ہے، تاہم مناسب ہوتا کہ یہ اقتباسات کتاب کے آخر میں یکجا کیے جاتے۔ مزید برآں تمام تقاریر سے قبل اشعار یا قطعات الگ صفحے بنا کر شامل کیے گئے ہیں، یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ اشعار تقریر کا حصہ ہیں یا صرف قارئین کے اندر جوش و جذبہ پیدا کرنے کے لیے شامل کیے گئے ہیں۔

ان تقاریر میں لفظ زندگی اور جوش عمل کی تکرار ہے جو ثابت کرتی ہے کہ مصنف قوموں کی عروق مردہ میں زندگی اور توانائی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ گردوپوش خوب صورت اور طباعت معیاری ہے (م-ا-م)۔

نگری نگری پھرا مسافر، حافظ محمد ادریس۔ ناشر: مکتبہ احیاے دین، منصورہ، لاہور۔ صفحات: ۳۶۴۔ قیمت: ۹۰ روپے۔

حافظ محمد ادریس صاحب اسلامی تحریک کے اہل قلم اصحاب میں اس اعتبار سے نمایاں حیثیت رکھتے ہیں کہ انھوں نے اپنی گوناگوں تنظیمی ذمہ داریوں اور دوروں اور تقریروں کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ قرطاس و قلم سے اپنا رشتہ منقطع نہیں ہونے دیا۔ ان کی قلمی کاوشیں بھی متنوع ہیں۔ تاریخ، ترجمہ، افسانہ، مضمون اور سفرنامہ وغیرہ--- سفرنامہ افریقہ (حضرت بلالؓ کے دیس میں) کے بعد ان کا زیرِ نظر سفرنامہ عرب و غرب "نگری نگری پھرا مسافر" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ نام کے سلسلے میں انھوں نے وضاحت کی ہے کہ اس کا دوسرا حصہ (گھر کا رستہ بھول گیا) مجھ پر صادق نہیں آتا۔ میں نے دنیا بھر کی سیر کی، گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا مگر اللہ کا شکر ہے کہ گھر کا راستہ کبھی نہیں بھولا۔ دنیا میں جتنے بھی جنت نظیر خطے ہیں، دل کو اچھے لگتے ہیں مگر اپنے وطن کی خاک، حرمین شریف کے استثنیٰ کے ساتھ، ہر ایک سے زیادہ محبوب و حسین لگتی ہے۔ اس کا ہر ذرہ خاک ہمیں اپنی جان سے عزیز تر ہے۔ یہاں ہم جیل میں بھی پُرسکون رہتے ہیں کہ زنداں میں بھی امید کے چراغ جلتے رہتے ہیں۔

زیرِ نظر سفرنامے میں بعض خلیجی ریاستوں (قطر، ابوظبی، کویت)، سعودی عرب اور ناروے کے متعدد

اسفار کا تذکرہ شامل ہے۔ یہ اجزا ہفت روزہ "ایشیا" اور روزنامہ "انصاف" کے سنڈے میگزین میں چھپتے رہے۔ سفرنامہ مجموعی طور پر حافظ صاحب کے طوفانی دوروں کی روداد یا روزنامچے پر مشتمل ہے۔ مشاہداتی بیانات اور تفاصیل کے بجائے انھوں نے تذکرہ احباب و اجتماعات اور ملاقاتوں کے ذکر کو ترجیح دی ہے۔ ان کے اپنے بقول: "اپنے تخیلات، تصورات اور احساسات سے تصویر بنانے یا نتائج اخذ کرنے سے زیادہ مسافر نے جو کچھ دیکھا، بلاکم و کاست بیان کر دیا ہے اور---- تخیلات و تصورات کو جھٹک کر محض واقعات کو بیان کرنے پر اکتفا کیا" (پیش لفظ از مصنف)۔

بیرونی ممالک میں اہل وطن اور وابستگان اسلامی تحریک کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ اس لیے مسافر، وطن سے دور ہوتے ہوئے بھی خود کو اہل وطن کے درمیان محسوس کرتا ہے۔ مزید برآں وہ وقتاً فوقتاً وطن کو کسی نہ کسی بہانے یاد کر لیتا ہے۔ بعض باتیں بہت دل چسپ ہیں، مثلاً: ناروے کے بادشاہ میں بادشاہوں والی کوئی بات نہیں۔ وہ عام گاڑی میں سفر کرتا ہے اور بسا اوقات خود ہی خرید و فروخت کے لیے بازار چلا جاتا ہے اور جنرل اسٹور میں بے تکلفی سے داخل ہو جاتا ہے۔ قدرتی بات ہے کہ ناروے کے عوام دل سے بادشاہ کی عزت کرتے ہیں (ص ۱۴۲)۔

ایک اور دل چسپ بات یہ ہے کہ ناروے کی حکومت زیادہ بچوں والے خاندان کو زیادہ مراعات دیتی ہے، نہ صرف بچوں کو وظیفہ ملتا ہے بلکہ دیگر اخراجات کے لیے حکومت کی طرف سے مدد اور رعایتیں دی جاتی ہیں (ص ۱۸۴)۔ حافظ صاحب ناروے کے وزیر انصاف سے ملنے گئے تو پتا چلا کہ وہ وزیر عام ٹرام کے ذریعے دفتر پہنچے ہیں کیوں کہ ڈرائیور چھٹی پر تھا اور وزیر صاحب کے پاس نہ ذاتی گاڑی ہے اور نہ وہ ڈرائیونگ لائسنس رکھتے ہیں (ص ۱۷۵)۔ یہ کیسی عبرت ناک بات ہے کہ ناروے دنیا کے مال دار ترین ملکوں میں سے ہے مگر وہ اپنے حکمرانوں کو وہ مراعات نہیں دیتا جو غریب مشرقی ممالک کے حکمرانوں نے (جیسے پاکستان میں) اپنے لیے مختص کر رکھی ہیں۔

سفرنامے میں متعلقہ علاقوں اور ممالک کے مسائل کا ذکر بھی آیا، مثلاً عرب ریاستوں کی معاشی خوش حالی میں کمی، اقتصادی کساد بازاری، امریکی فوجوں کی موجودگی، مقامی آبادیوں اور تارکین وطن کے مسائل اور حکمرانوں کے معاملات وغیرہ---- ان میں بہت سے پہلو پریشان کن ہیں، مگر حافظ صاحب کہتے ہیں کہ میری فکر اور سوچ پر رجائیت غالب رہتی ہے، چنانچہ وہ رفقا کو پُرامید رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ ایک اچھی بات یہ ہے کہ کتاب میں متعدد نقشے بھی شامل ہیں۔ قیمت کے لحاظ سے کتاب ارزاں ہے (رفیع الدین ہاشمی)۔